Iqbal And Ibrahim (A.S)

URDU

(ARTICLE: GHULAM MURTAZA SAQIB)

IQBAL AND IBRAHIM (A.S)

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات بڑی بے نیاز ہے۔ شانِ صمدیت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اِنَّ رَحْمَتِیْ وَاسِع کا اعلان بھی فرمارہا ہے۔ راہِ عشق سے کائنات کی تخلیق فرمائی اور اِک جہانِ کارزار وجود میں لایا۔ نت نئے عشق کے رموز و اسرار منکشف فرمارہا ہے اور اپنے خدا و معبود ہونے کے مقصد حقیقی کی یاد دہانی کرارہا ہے۔

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عین الفقر میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ بنا کہ پہچانا جاؤں تو سب سے پہلے اپنے ذاتی نور کا اسم اللہ ذات میں ظہور فرمایا پھر اس نور سے آقائے نامدار کا نور مبارک تخلیق فرمایا۔ اوّل ما خلق اللہ نوری، یاجابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے لفظ کُــن فرما کر اٹھارہ ہزار عالم کی ارواح کو پیدا فرمایا اور ان کو صف در صف کھڑا کیا اور انہیں اپنی ذاتی نور کا اسم اللہ ذات میں دیدار کرایا اور پھر چار ہزار سال کے بعد ان سے ایک سوال کیا۔ الست بربکم، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تمام ارواح نے بیک زبان ہوکر جواب دیا: قالو بلیٰ شھدنا، بولیں کیوں نہیں؟ ہم گواہ ہیں۔

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اسی واقعہ سے انسان کے حقیقی مقصد کی نشاندہی فرمادی کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی دیگر صفات کو چھوڑ کر صرف ایک ہی صفت، ربوبیّت کا اظہار کیوں فرمایا؟

رب، اللہ تعالیٰ کا صفاتی اسم مبارک ہے اس کے معانی ہیں پالنے والا۔ ہم سب کی روحوں سے پوچھنا یہ مقصود تھا کہ اے روحو! کیا مَیں تمہیں پال رہا ہوں؟ پلنے کیلئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے؟ ہماری ارواح کون سی غذا پر پل رہی تھیں؟ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہماری ارواح کی غذا اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کے مشاہدات و ذکر اللہ ہے اور اسی پہ ہماری ارواح پل رہی تھیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت اٹھارہ ہزار عالم کی ارواح پر پیش فرمائی جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

ترجمہ: بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھا لی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے بڑا نادان ہے۔ (سورہ الاحزاب آیت ۷۲)

صوفیائے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ وہ امانت وہی اسم اللہ ذات ہے۔

جب انسان نے اس امانت کو قبول کرنے کا وعدہ کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے انسان! میری امانت پاک وطاہر ہے۔ مَیں اسے پاک پردوں میں لپیٹ کر تیرے دل میں رکھ دیتا ہوں اب تجھے اک نیا جسم دوں گا، نیا جہان دوں گا اور آزمائش کے لیے تین شکاری ساتھ لگادوں گا اب میں دیکھتا ہوں کہ جب تو واپس میری بارگاہ میں لوٹ کر آتا ہے تو میری امانت صحیح سلامت واپس لوٹاتا ہے یا اُسے وہیں ضائع کر کے آجاتا ہے۔ آج انسان نئے جسم کے ساتھ نئے جہان میں آیا ہے اور امانت الٰہیہ سینوں میں اٹھائے ہوئے ہے۔ حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں

اس پیکر خاکی میں اک شے ہے، سو وہ تیری
میرے لئے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی

حضرت سلطان باھو فرماتے ہیں۔

بَنھ چَلایا طرف زمین دے عَرشوں فَرش ٹِکایا ھو
گھر تھِیں مِلیا دیس نِکالا اَساں لِکھیا جھولی پایا ھو
رہ نی دُنیاں ناں کر جھیڑا اساڈا اگے دل گھبرایا ھو
اَسیں پَردیسی ساڈا وطن دوراڈھا باھو ؒ دم غم سَوایا ھو

تین شکاری نفس، شیطان اور دنیا ہیں۔ جو اس امانت الٰہیہ کو لوٹنے کے چکر میں ہمہ دم مصروف نظر آتے ہیں۔ مسجودِ ملائک کی تخلیق سے لے کر آج تک ہر انسان ان آزمائش کی گھڑیوں سے گزرتا

IQBAL AND IBRAHIM (A.S)

آ رہا ہے۔ جس نے مقصودِ حقیقی کی طلب کی خاطر ان دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، وہ رہتی دنیا کے لئے تاقیامت ماڈل رول بن گئے اور جو لوگ ان دشمنوں کی مخالفت کی بجائے اُن کے قیدی و اسیر ہوئے، وہ رہتی دنیا کے لیے نشانِ عبرت بن کر رہ گئے۔ قرآن مجید میں بہت سے لوگوں کے حالات بیان فرمائے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے حالات زندگی ملّت ابراہیمیؑ کے ہر پیروکار کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کو اپنا ماڈل رول جان کر اُس پر عمل پیرا ہو۔ کیونکہ بقول اقبال

حنابندِ عرُوسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تیری نسبت ابراہیمیؑ، معمارِ جہاں تُو ہے

حضرت ابراہیمؑ اپنی ذات میں ایک کامل جہان تھے، کائنات تھے، حکمت و عرفان کا منبع، جو طالب کے لیے ایک مینارۂ نور ہیں آپ کی حیات طیبہ کا ایک ایک پہلو لاؔ کی تلوار سے تمام معبودانِ باطل کا سَر قلم کرتے نظر آتے ہیں اور ایسے دینِ حنیف پر کاربند نظر آتے ہیں جس میں رائی برابر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ آپ عشق کا مظہر ہیں، ایمان کی کُندن صورت عشق ہے، عشق کی راہ پر چلنے والے کبھی ڈگمگاتے نہیں بلکہ ایک لمحہ میں وہ مقام حق حاصل کر لیتے ہیں جس کے لیے عقل و علم و ایماں کو حاصل کرنے کے لئے مدتوں درکار ہیں۔

جس منزل تے عشق پہنچاوے ایمان نوں خبر نہ کوئی ھو

حضرت ابراہیمؑ نے بچپن میں ہی لا الٰہ الا اللہ کا عملی مظہر پیش فرمایا کیونکہ انسان جب تک تمام الٰہ کی نفی نہیں کرتا، اُس وقت تک وہ اللہ تعالیٰ کی قربت و معرفت حاصل نہیں کرسکتا۔ قرآن مجید میں ہے۔ ارأیت من اتخذ الٰه هواه۔ ''کیا تم نے اُسے دیکھا جس نے اپنی جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا۔

(سورۃ الفرقان آیت ۴۳)

اس لئے آج کے دور میں ہر شخص کسی نہ کسی خواہش کے پیچھے بھاگتا نظر آتا ہے حالانکہ خواہشات کے پیچھے بھاگنا کافر و مشرک کا مسلک ہے۔ ففرو من الله (اللہ سے دور بھاگو) ہمیشہ کفر ضلالت کی طرف لے جاتا ہے۔ جبکہ ففرو الی الله (اللہ کی طرف بھاگو) ایقان و عشق کی منزلیں طے کراتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کا راستہ عشق کا راستہ ہے اور عشق ہی وہ قوت ہے جو ہر پست کو بالا کرتی ہے جو دہر میں اُجالا کرتی ہے۔ عشق کے سامنے کوئی خواہش پَر نہیں مار سکتی۔ عشق کی آگ وہ آگ ہے جو تمام اشیاء کو مٹا ڈالتی ہے کیونکہ زندگی کا سراغ تو غم والم کے بعد ہی ملتا ہے۔

وہ شبِ دردو سوز و غم، کہتے ہیں زندگی جسے
اُس کی سحر ہے تُو کہ مَیں؟ اُس کی اذان ہے تُو کہ مَیں

حضرت ابراہیمؑ نے جب اس عالم خاکی میں چشم بصیرت کھولی تو آپ کو ہر طرف کفر و شرک، گمراہی نظر آئی آپ نے دیکھا کہ کوئی ستارہ پرست، چاند پرست، سورج پرست ہے، کوئی بت پرست ہے، سب حقیقی خدا وحدہٗ لاشریک کو چھوڑ کر اپنے اپنے بتوں کی پوجا کر رہے ہیں اور انھیں سے اپنی مناجات والتجائیں کر رہے ہیں۔ ایک خدا کو بھولے یہ انسان جب مرتبہ و دولت میں عرج حاصل کیا کرتے ہیں تو خود ہی خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے۔ خود ہی معبود ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اُس دورِ پُرفتن میں مردِ حق ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے جو پوشیدہ لا الٰہ میں ہے

آپ نے ان تمام معبودانِ باطلہ کا قلع قمع کرنا تھا۔ توحید کا پرچار کرنا تھا اُن کو سمجھانا تھا کہ ان تمام خداؤں کو سجدہ ریز ہونے کی بجائے اُس ایک معبودِ حق کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ تو تمام تکالیف و مصائب سے چھٹکارا پا جاؤ گے۔

اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اب لا الٰہ کا نعرہ لگانے کے لئے آپ اپنے چچا آذر کا انتخاب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے:۔ واذ قال ابراهيم لا بيه أذر اتتخذ اصناماً الهةً ج انی ارك و قومك فی ضلل مبینo اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو بے شک مَیں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔ (سورۃ الانعام آیت ۷۴)

اذ قال لابیه یآبت لم تعبد مالا یسمع ولا یبصر و لا یغنی عنك شیئاًo غیب کی خبریں بتاتا جب اپنے باپ سے بولا، اے میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔ (سورۃ مریم آیت ۴۲)

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں، خدا سے نااُمیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

بُت کسے کہتے ہیں؟ حدیث کی رُو سے ''ہر وہ شے جو خدا سے تمہیں غافل کر دے وہ تمہارا بت ہے۔ آج ہم دیکھیں ہم کتنے بتوں کی پوجا کے چکر میں اصل خدا کو بھول چکے ہیں۔

IQBAL AND IBRAHIM (A.S)

کاروبار کا بت، اولاد کا بت، گھر کا بت، جان کا بت، والدین کا بت اور وطن کا بت۔ ان تمام بتوں کو ہم آج اپنے دل میں بسائے بیٹھے ہیں اور اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔ ہمارا دین، دینِ ابراہیمیؑ ہے اور اس دین کے امام ہونے کے ناتا سے حضرت ابراہیمؑ نے لا الہ الا اللہ کا عملی ثبوت فرمایا۔ لہٰذا دین اسلام پر چلنے والا ہر مسلمان اگر ثابت قدمی رکھنا چاہتا ہے تو وہ مثلِ خلیلؑ اپنی زندگی کو گزارے۔ تمام الٰھوں کی نفی کر دے اور موحد حقیقی ہونے کا نمونہ پیش کرے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لا الٰہ الا اللہ

خدائے حقیقی کی طلب میں عاشق صادق ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ اپنے خالقِ حقیقی کے معبود ہونے پر لوگوں کو مطلع کیا۔ کبھی کلہاڑے سے باطل صنم کدوں کو نیست و نابود کیا اور بت شکن کا خطاب حاصل کیا۔ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے حق جہاد ادا کیا اور نمرود کو واضح لاجواب کر دیا کہ میرا خدا وہ ہے جو مُردہ کو زندہ کرتا ہے۔ سُورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے۔ جواب میں گھڑی آزمائش کی آئی جیسا کہ شام منصور، شمس تبریزی، زکریا، ایوب، حسین علیہم السلام کو آزمایا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے سامنے جلتا ہوا بہت بڑا آگ کا الاؤ دیکھ کر بھی اللہ کو ہی یحیٰ و یمیت جانا اور بزبان اقبال:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اور یقین کامل یہ تھا کہ اپنے خدا کو ہی اپنی جان، زندگی کا مالک کل جانا اور یہ تذبذب اور تذلذل نہ آنے دیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بھی ہے۔ لہٰذا آپ نے تمام پیشکشوں کو ٹھکرا دیا اور یہ درس دیا کہ یقین کامل ہونا چاہیے، بے یقینی بہت ہی بری چیز ہے۔

یقیں مثل خلیل، آتش نشینی
یقیں اللہ مستی، خود گزینی
سُن اے تہذیب حاضر کے گرفتار
غلامی سے بدتر ہے بے یقینی

جب حضرت ابراہیمؑ کی طرح کوئی بھی مسلمان اپنے آپ کو آگ کے سپرد کرتا ہے تو وہ آگ بھی گلزار بن جاتی ہے۔ بات صدق و یقین کی ہوتی ہے۔ صدق ہو تو آگ گلزار بن جائے، صدق و صبر ہو تو معرکہ کربلا میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو کر بھی دین حق کے احیاء کا ذریعہ بن جائے، صدق و یقین ہو تو ایوبؑ کو بڑھاپا سے جوانی مل جائے۔ بات صرف صدق و یقین کی ہے کیونکہ یہ صدق و یقیں ہی تو وہ تیغ برہنہ ہے جو ہر شک و شبہ اور بے یقینی کے تمام پُر خار راستوں کو صاف کرتی ہے۔

ہوں آتشِ نمرود کے شعلوں میں مثلِ خلیلؑ
میں بندۂ مومن ہوں، نہیں دانۂ اسپند

جیسا کہ اسی صدق و یقیں کی بات کو حضرت علامہ نے یوں بیان فرمایا ہے

صدق خلیلؑ بھی ہے عشق، صبر حسینؑ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

یوں حضرت ابراہیمؑ نے اپنی جان سے محبت کے الٰہ کی لا کی اور وہی آگ جان لیوا کی بجائے گلزار بن گئی۔ اولاد سے محبت کا بت راہِ خدا میں سب سے بڑا حائل ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرنے کا حکم دیا گیا جب خواب کی حقیقت معصوم بیٹے پر ظاہر فرمائی تو اطاعت گزار بیٹے نے سر تسلیم خم کر دیا۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

جب آنکھوں پر پٹی باندھ کر اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلائی تو گویا کہ اولاد کی محبت کا الٰہ کی لا تھی جس میں آپ کامیاب ہوئے اور یہی سنتِ عظیم معرکہ کربلا میں حضرت امام حسینؑ نے ادا کی اور اپنے بہتر (۷۲) تن اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کئے اور اُن کے خونِ حق سے دینِ اسلام کو ایک نئی زندگی عطا فرمائی۔

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اقبال نے اس فلسفہ عظیم کو اپنے اشعار میں یوں پرویا ہے۔

غریب وسادہ ورنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیلؑ

وطن سے محبت کے بت کا آپ نے یوں کیا کہ دریائے فرات کے سرسبز و شاداب علاقے کو چھوڑا اور کوہ صفا و مروہ کے درمیان سنگلاخ، ویران چٹانوں پر ڈیرہ ڈال دیا اور اپنے بیوی بچے کو سپردِ خدا کر دیا۔ جہاں پانی نام کی چیز بھی دستیاب نہ تھی۔ جب وطن کے الٰہ کی لا ہوئی تو حضرت اسماعیلؑ کے قدموں کی رگڑ سے تا قیامت آبِ زمزم کا چشمہ شفا جاری ہوا اور یوں لا الٰہ الا اللہ کا عملی مظاہرہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام انسانوں کا امام بنا دیا۔

مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زر و سیم

IQBAL AND IBRAHIM (A.S)

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی زندگی ایک سچے طالب مولیٰ اور مرشد اکمل کی طرح گزاری اپنی زندگی کا ہر پل اطاعتِ خداوندی میں گزارا اور عمل کو عشق کی راہ سے ادا سے کیا۔ جان کی پرواہ نہ کی، وطن چھوڑا، جابر سلطان کے سامنے حق بات کہنے سے نہ گھبرائے۔

آپ نے بیت اللہ کی دیواروں کو اُونچا کرتے ہوئے دعا کی جس کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

اے میرے رب! میری اولاد میں سے اپنا رسول بھیج جو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور پاک و صاف کرے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور انبیائے کرام آپ کی اولاد سے ہوئے۔ ذرا آج ہم ملّتِ ابراہیمیؑ کے پیروکار ہونے کے ناتا سے سوچیں ہم کون سی رسم ادا کر رہے ہیں، راہِ خدا میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کی رسم کو ''رسمِ شبیری'' کہتے ہیں اور یہ رسم حضرت ابراہیمؑ نے اس طرح ادا کی کہ ہم سب کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے۔

آج ہماری تربیت گاہوں کا یہ اثر ہے کہ مادیت پرستی اور دنیاوی مراتب کے حصول کی تعلیم دی جاتی ہے لا الٰہ کا کوئی جھونکا بھی نہیں گزرتا۔ آج انسانیت اپنے آخری سانس لے رہی ہے۔ آج چاہیے تو یہ تھا کہ ہمارے بچوں کو بھی حضرت ابراہیمؑ سا معلّم اپنی نظر سے حضرت اسماعیلؑ سا فرزند بنا کر دیتے۔ مگر افسوس کہ نظامِ مغرب کے تربیت یافتہ ی یہ افراد پہلے دن ہی ففرو من اللہ کا درس دے رہے ہیں اور انہیں دنیاوی خواہشات میں ہی پھنسا دیتے ہیں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

شکایت ہے مجھے یارب! اِن خداوندانِ مکتب سے

شاہیں بچوں کو درس دے رہے ہیں خاکبازی کا

سکولوں میں عہدوں کے حصول کی تعلیم۔ مدرسوں میں اسیر شکم کا درس۔ ایک موت ہے جو بانٹی جارہی ہے، علم تو ایک زندگی ہے جو ملّت ابراہیمیؑ کے ہر فرد کے لیے لازمی ہے مگر یہاں تو علم ایک بارگراں کے طور پر لاد دیا جاتا ہے۔ ڈگریوں کا بوجھ ان کے کاندھوں پر لاد کر دنیا بھر میں دربدر نوکری کی تلاش میں ٹھوکریں کھانے کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔ وہ اب لا الٰہ کا مظہر نہیں ہوتے بلکہ الٹا سفر اختیار کرتے ہیں اب ان کا الٰہ اللہ نہیں ہوتا بلکہ وہ ڈگریوں یا عہدہ یا مرتبہ یا وہ افسر ہوتا ہے جن کے سامنے وہ حاصل کرنے کی تگ ودو میں ہوتے ہیں۔ اب بتایئے کون صدائے حق بلند کرے؟ ملّت ابراہیمیؑ کا یہ فرد واحد دین ابراہیمی پہ چلنے کے لئے مختلف جماعتوں کا آسرا لیتا ہے۔ جماعت کیا ہے؟

چند افراد پر مشتمل ایسا گروہ جو مذہب کے نام پر مخصوص نظریات و اعمال پر عمل پیرا ہو، جماعت کہلاتا ہے۔ دنیا بھر میں کتنی جماعتیں ہیں، ہر جماعت کا منشا و منشور بھی ہے مگر افسوس کہ لا الٰہ کا کوئی واعظ نظر نہ آیا۔ اسلام وفقر کا کوئی اعلان بلند نہ ہوا؟ سب اپنے اپنے مقصد کیلئے عمل پیرا ہیں۔ فطرت کے مقاصد کے حصول کی خاطر کوئی بھی اپنے نفس کے خلاف چلتا نظر نہیں آتا۔ کوئی بھی فیضان نظر جاری کرتا نظر نہیں آتا۔ دلوں میں وہی شرک ونفاق، زبانوں پر وہی شکوہ و شکایتیں۔ ایک دوسرے کے خلاف عملِ بے کار۔ ہر کوئی اپنے اپنے مقصد کے بت کی پوجا کر رہا ہے۔ یہ جماعتیں کیا انقلاب لائیں ،کوئی تو ہوگا جوان نظریات باطلہ کے مندر میں سجائے ہوئے بتوں کو توڑنے کے لیے مثلِ خلیلؑ سنت ابراہیمیؑ ادا کرے اسی لئے تو اقبال نے کہا تھا۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں

مجھے ہے حکم اذاں، لا الٰہ الا اللہ

آج پھر نمرود ہے، ہر کوئی خدا کو چھوڑ کر اپنے آپ کو سجدہ کروانا چاہتا ہے۔ قارونی دولت کا انبار لگائے بیٹھا ہے ،حرص و لالچ سے بھرے یہ لوگ ملّت ابراہیمیؑ کے فرد ہونے پر غیرت کیوں نہیں کھاتے؟ اُمت محمدیہ ؐ کے سنہری اصولوں اور اقدار کو کیوں بھولے ہوئے ہیں؟ قربانی کے عظیم جذبہ کو کیوں بھولے ہوئے ہیں؟ اپنے وطن اور گھر بار کے بتوں کی نفی کیوں نہیں کرتے؟ مقام شبیری والے حقیقتِ ابدی کو کیوں نہیں اپناتے؟

نفرتوں کے بت بیچنے سے باز کیوں نہیں آتے؟ یہ خواہشات کی صنعتِ آزری انہیں ایک دن لے ڈوبے گی؟ دل ونگاہ کو صاف کیوں نہیں رکھتے؟ یہ سادہ دل بندے ہیں یا جان بوجھ کر اپنے آپ کو موت کی وادیوں میں دھکیلے ہوئے حریص انسان۔ عشق کے قافلے کیوں نہیں بناتے؟ یہ تن آساں، آرام طلب لوگ جفا کشی کو کیوں چھوڑے جاتے ہیں؟ علامہ اقبال اسی لئے تو ایسے قافلے کی تلاش میں فرماتے ہیں۔

کون سی وادی میں ہے، کون سی منزل میں ہے

عشق بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں

اے انسان! انسان تو بھی ہے انسان حضرت ابراہیمؑ بھی تھے۔

جان تمہاری بھی ہے جان اُن کی بھی تھی

IQBAL AND IBRAHIM (A.S)

وطن گھر تمہارا بھی ہے وطن گھر اُن کا بھی تھا
بیوی بچے تمہارے بھی ہیں بیوی بچے اُن کے بھی تھے
اللہ تمہارا بھی ہے اللہ اُن کا بھی تھا
کاروبار تمہارا بھی ہے، کاروبار اُن کا بھی تھا
مگر اتنا فرق کیوں؟

محبوب رسول بھی تمہیں ملا، پسندیدہ دین بھی تمہیں ملا، پسندیدہ تن آسان اعمال بھی تمہیں ملے، اعلیٰ مراتب و مدارج بھی تمہیں ملے، اعلیٰ اخلاق و آداب بھی تمہیں ملے، اعلیٰ سے اعلیٰ ترین اکمل انسان بھی تمہیں ملے۔

مگر تم کیوں تبدیل نہیں ہوتے؟

تم کیوں آنکھیں بند، کان بند کئے ہوئے حقائق سے کنارہ کشی کر رہے ہو؟ شیوۂ ابراہیمیؑ اپنانے کی بجائے پیشۂ آزری کیوں اپناتے ہو؟

آزر کا پیشہ خارا تراشی
کارِ خلیلاں خارا گدازی

قدرت کے کرشمے جاری ہیں وہ کعبے کیلئے پاسبانی کا کام، صنم پجاریوں سے بھی لے لیتی ہے مگر تم کیا جواب دو گے؟

ذوی الحجہ کی قربانی تمہیں حضرت ابراہیمؑ کی زندگی گزارنے کیلئے ایک سبق دیتی ہے۔

مگر تم؟

جانور ذبح کیا، گوشت فریجوں میں رکھا، کھایا مزے لوٹے، غرباء و اقرباء کا حصہ بھی خود ہڑپ۔ ویسے بھی دوسروں کے حقوق غضب کرنا اور حصے کھا جانا آج کی اس قوم کے اکثر افراد کا محبوب مشغلہ ہے۔

مگر کیا کریں؟

حق تو حق ہی ہے، جس کا ہے اُس کو ملنا ہے۔ تم نہیں دو گے تو کوئی دوسرا آہنی ہاتھ تم سے چھین کر تمہارے منہ میں ڈالے ہوئے نوالے کو چیر کر بھی نکال لے گا۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

کیونکہ کمزور لوگ شروع سے صبر کر رہے ہیں اور طاقتور انہیں اپنی سجدہ ریزی کیلئے ان کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے آرہے ہیں۔ مجبور لوگ بجز اس کے کہہ ہی کیا سکتے ہیں۔

تیری بندہ پروری سے میرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایتِ زمانہ

غریب کیا؟ امیر کیا؟ کمزور کیا؟ طاقت ور کیا؟ کمی صرف تربیت کی ہے۔

تو بے بصر ہو تو یہ مانع نگاہ بھی ہے
وگرنہ آگ ہے مومن، جہاں خس و خاشاک

اے مسلمانو!

ہوش کے ناخن لو، حضرت ابراہیمؑ کے سنہری اصولوں کو اپناؤ، زندگی کو حقیقی معنوں میں زندگی بناؤ ورنہ کیا کرو گے؟

یاں بھی شرمساری وہاں بھی شرمساری
زندگی کو خود بنایا موت تُو نے

(ثاقب)

آج کا انسان آج بھی شاہین بن سکتا ہے اگر تھوڑا سا فکر و سوچ کے دھاروں کو تبدیل کرے لا الہ الا اللہ کو دل اور زبان سے مل کر ادا کرے دلوں کو زندہ کرے، بت پرستی سے توبہ کرے، حقیقی معبود کے آگے جھکے، وہ دن دُور نہیں کہ آج کا غلام کل کا امام بن جائے۔